پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ میں اذان دینا

صبح صادق سے پہلے سحری کے لیے اذان دینا متروک ہے:

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام کے زمانہ مبارک میں لوگوں کو بیدار کرنے کا طریقہ تھا، غیر مقلد لوگ کہتے ہیں کہ سحری کو بیدار کرنے کے لیے اذان کہا کرو، لہٰذا حضرت سے عرض ہے کہ اذان کہنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اصحاب کرام سے ثبوت ہے یا نہ؟

الجواب

اس میں کلام طویل ہے اور بعد تسلیم ثبوت کے، چونکہ ایک حدیث میں اس سے نہی فرمائی گئی؛ اس لیے یہ عمل متروک ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

روی البیهقی أنه علیه الصلوٰة والسلام قال: " یا بلال! لاتؤذن حتی یطلع الفجر ".

قال فی الامام رجال إسناده ثقات. (البحر الرائق: ۲۷۷/۱)(۱)

۲۶/رمضان ۱۳۳۱ھ۔(تتمہ ثانیہ، ص: ۸۷)(امداد الفتاویٰ جدید: ۹۰/۵)

تہجد کی نماز کے لیے اذان واقامت:

سوال: شب براءت اور لیلۃ القدر کے موقع پر اکثر لوگ رات جاگ کر عبادت کرتے ہیں، تو کچھ حضرات کہتے ہیں کہ تہجد کی نماز باجماعت پڑھیں، تاہم میں نے انکار کیا اور کہا کہ پہلے پوچھیں گے، پھر عمل کریں گے۔ حالانکہ سعودیہ میں باجماعت تہجد ہوتی ہے جو کہ اکثر رمضان میں ہم سحری کے وقت ریڈیو پر سنتے ہیں، تو کیا تہجد کی نماز باجماعت ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے، تو اذان اور اقامت کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) البحر الرائق، أذان الجنب وإقامته/وعن أبی هريرة عن بلال قال: دخلت علی رسول الله صلی الله عليه وسلم وهو يتسحر بتمر فقال: يابلال! ادن فكُلْ، يا بلال لا تؤذن حتی يطلع الفجر ثم قال: ثم أتيته الثانية وهو يتسحر بتمر، فقال: يابلال! ادن فكُلْ، يا بلال لا تؤذن حتی يصير الفجر هكذا وأشار وجمع محمد بين أصبعيه السبابتين وفتحهما. (مسند الرويانی، حديث بلال مؤذن رسول الله صلی الله عليه وسلم (ح: ٧٤٨)

عن شداد مولی عياض قال: جاء بلال إلی النبی صلی الله عليه وسلم وهو يتسحر فقال: لا تؤذن حتی تری الفجر، ثم جاء ه من الغد فقال: لا تؤذن حتی يطلع الفجر ثم جاء ه من الغد فقال: لا تؤذن حتی تری الفجر هكذا وجمع بين يديه ثم فرقهما. (السنن الكبریٰ للبيهقی مرسلا فی باب رواية من روی النهی عن الأذان قبل طلوع الفجر (ح: ١٨٠٢) انیس)

الجواب

تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے، اس لیے تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے،(۱) اور نفلی نماز کے لیے اذان واقامت نہیں، اذان واقامت صرف نماز پنج گانہ اور جمعہ کی خصوصیت ہے۔(۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۰۱)

اذان تہجد کا حکم:

سوال: اذان تہجد جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اذان تہجد کی رمضان المبارک میں فی الجملہ گنجائش ہے،(۳) لیکن سال بھر تک وارد نہیں۔(۴) لہذا صرف اذان فجر پر اکتفا کیا جائے اور اذان تہجد موقوف کر دیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔ ۱۲/۷/۱۳۹۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۲۰۳)

تہجد کے لئے اذان منسوخ ہے:

سوال: نماز تہجد کے لئے اذان مسنون ہے یا نہیں، بینوا توجروا.

الجواب　　باسم ملہم الصواب

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح صادق سے کچھ قبل اذان دیا کرتے تھے تاکہ تہجد میں مشغول حضرات ذرا آرام

(۱) التطوع بالجماعة إذا كان على سبيل التداعي يكره. (الفتاویٰ الهندية: ۸۳/۱، كتاب الصلاة، الباب الخامس)

(۲) وليس لغير صلوات الخمس و الجمعة نحو السنن و الوتر و التطوعات و التراويح و العيدين أذان و لا إقامة، كذا في المحيط. (الفتاویٰ الهندية: ۵۳/۱، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأوّل)

(۳) عن عبدالله بن دينار عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن بلالاً ينادي بليل فكلوا واشربوا حتى ينادي ابن أم مكتوم/ وفي رواية عن سالم مثله، قال: وكان ابن أم مكتوم لا ينادي حتى يقال له: قد أصبحت، قال محمد: كان بلال ينادي بليل في شهر رمضان لسحور الناس وكان ابن أم مكتوم ينادي للصلاة بعد طلوع الفجر فلذلك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كلوا واشربوا حتى ينادي ابن أم مكتوم. (موطأ الإمام مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني، متى يحرم الطعام على الصائم (ح: ۳۴۷-۳۴۸)/ مسند الإمام أبي حنيفة برواية الحصكفي، كتاب الصوم (ح: ۵) انيس)

(۴) عن ابن عمر قال: إن بلالاً أذن قبل طلوع الفجر فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يرجع فينادي ألا إن العبد قد نام فرجع فنادىٰ ألا إن العبد قد نام، ألا إن العبد قد نام. (المنتخب من مسند عبد بن حميد، أحاديث ابن عمر (ح: ۷۸۲)/ سنن أبي داؤد، باب في الأذان قبل دخول الوقت (ح: ۵۳۲)/ مصنف ابن أبي شيبة، يؤذن بليل أيعيد الأذان أم لا (ح: ۲۳۰۷)/ نيل الأوطار، باب الأذان في أول الوقت: ۵۹/۲. انيس)

کرلیں اورسوئے ہوئے لوگ اٹھ کر فجر کی تیاری کریں مگر بعد میں یہ اذان منسوخ ہوگئی اسی لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس پر عمل نہیں فرمایا۔

قال ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: وعند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ لايؤذن فى الفجر قبله؛لما رواه البيهقى أنه عليه الصلوٰة والسلام قال: يا بلال لاتؤذن حتىٰ يطلع الفجر قال فى الإمام: رجال إسناده ثقات. (البحر الرائق: ۱/۲۶۳)

وأخرج الإمام أبوجعفر الطحاوى رحمه الله تعالىٰ عن إبراهيم قال:"شيعنا علقمة إلىٰ مكة فخرج بليل فسمع مؤذناً يؤذن بليل،فقال:أما هذا فقد خالف سنة أصحاب رسو ل الله صلى الله عليه وسلم لوكان نائماً كان خيرًا له فإذا طلع الفجر أذن".

قال الطحاوى رحمه اللّٰه تعالىٰ:فأخبر علقمة أن التأذين قبل طلوع الفجر خلاف لسنة أصحاب رسو ل الله صلى الله عليه وسلم. (شرح معانى الآثار: ۱/۶۹)(۱) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

۲۱ر رمضان ۱۳۹۴ھ۔ (احسن الفتاویٰ:۲/۲۹۱)

تہجد کیلئے اذان خلاف سنت ہے:

سوال: نماز تہجد کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دیتے تھے یا نہیں؟

الجواب

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح صادق سے کچھ پہلے اذان دیا کرتے تھے؛ تاکہ تہجد میں مشغول حضرات ذرا آرام کرلیں،اورسوئے ہوئے لوگ اٹھ کر فجر کی نماز کی تیاری کرلیں،مگر بعد میں یہ اذان منسوخ ہوگئی تھی۔حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسے معمول نہیں بنایا۔(۲)

قال العلامة أبوجعفر الطحاوى:فخبر علقمة أن التأذين قبل طلوع الفجر خلاف لسنة أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ". (شرح معانى الآثار: ۱/ ۶۹) **فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،مفتی جامعہ خیر المدارس،ملتان ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۲۰۶)

(۱-۲) شرح معانى الآثار،باب التأذين للفجر،أى وقت هو؟ (ح: ۸۷۱)/مصنف ابن أبى شيبة،من كره أن يؤذن المؤذن قبل الفجر (ح:۲۲۲٤)

عن إبراهيم قال: كانوا يكرهون أن يؤذن المؤذن قبل طلوع الفجر (مصنف عبدالرزاق،باب الأذان فى طلوع الفجر (ح: ۱۸۹۰)انيس)

اذان بلال وابن ام مکتوم کے درمیان فاصلہ:

سوال: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کے درمیان صرف اترنے اور چڑھنے کا فاصلہ ہوتا تھا۔ بظاہر وقت مختصر ہے، اس میں سحری کس طرح کھائی جاتی تھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

"ینزل هذا ويصعد هذا" (۱) سے مقصد یہ ہے کہ ان حضرات کی اذان کے درمیان وقت قلیل ہوتا تھا، جیسے دو اذانوں کے درمیان طویل وقت ہوتا ہے، ایسا نہیں تھا، فهو من قبيل "تزوج زيد فولد"، اذان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرب صبح صادق پر تنبیہ مقصود تھی، تاکہ جو حضرات تہجد میں مشغول ہیں، وہ ذرا آرام کرلیں اور سوئے ہوئے لوگ اٹھ کر صبح کے لئے تیار ہوجائیں اور مختصر سحری یا مختصر نفل پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکیں۔

قال الحافظ العسقلاني رحمه الله تعالىٰ: "والصبح يأتي غالباً عقب نوم فناسب أن ينصب من يوقظ الناس قبل دخول وقتها ليتأهبوا ويدركوا فضيلة أول الوقت".

(ثم نقل عن ابن التين) "إن قوله "أن بلالا ينادى بليل" خبر يتعلق به فائدة للسامعين قطعًا و ذلك إذا كان وقت الأذان مشتبهًا محتملاً لأن يكون عند طلوع الفجر فبين صلى الله عليه و سلم أن ذلك لايمنع الأكل والشرب بل الذى يمنعه طلوع الفجر الصادق.

قال: وهذا يدل علىٰ تقارب وقت أذان بلال رضى الله تعالىٰ عنه من الفجر، انتهىٰ.

ويقويه أيضًا ما تقدم من "أن الحكمة فى مشروعيته التأهب لإدراك الصبح فى أول وقتها".

(فتح الباري: ۸۷/۲)

وقال الحافظ العينى رحمه الله تعالىٰ معزياً إلى الكرماني معناه: "أنه إنما يؤذن بالليل ليعلمكم أن الصبح قريب فيرد القائم المتهجد إلىٰ راحته لينام لحظةً ليصبح نشيطاً ويوقظ نائمكم ليتأهب للصبح بفعل ما أراده من تهجد قليل أو تسحر أو اغتسال.

قلت: أو لإيتار إن كان نام عن الوتر". (عمدة القارى: ۱۳۴/۵) فقط والله تعالىٰ أعلم

۸/ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۷۷)

---

(۱) أنيسة قالت: كان بلال و ابن أم مكتوم يؤذنان للنبى صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن بلالاً يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم فكنا نحبس ابن أم مكتوم عن الأذان فنقول: كما أنت حتى نتسحر، كما أنت حتى نتسحر ولم يكن بينهما إلا أن ينزل هذا ويصعد هذا. (مسند أبى داؤد الطيالسى، أنيسة عن النبى صلى الله عليه وسلم (ح: ۱۷٦٦)/ مسند اسحاق بن راهويه، مايروى عن عمة خبيب (ح: ۲۳۲۹)/ سنن النسائى، هل يؤذنان جميعاً أو فرادى (ح: ٦۳۹) انيس)

مواقع مشروعیت اذان:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کون کون مقام وواقعات آندھی وغیرہ میں اذان سنت ہے اور کہاں کہاں بدعت ہے؟

الجواب

ان مواقع میں اذان سنت ہے۔فرض نماز۔ بچہ کے کان میں وقت ولادت۔آگ لگنے کے وقت۔جنگ کفار کے وقت۔مسافر کے پیچھے۔جب شیاطین ظاہر ہوکر ڈرائیں۔غم کے وقت۔غضب کے وقت۔جب مسافر راہ بھول جائے۔جب کسی کو مرگی آوے۔جب کسی آدمی یا جانور کی بدخلقی ظاہر ہو۔اس کو صاحب ردالمحتار نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور بعض بزرگوں کا عمل وقت عموم امراض وخوف غرق کے بھی دیکھا ہے،لیکن کوئی روایت نہیں دیکھی،(۱) اور آندھی کے وقت تو اذان دیکھی سنی نہیں گئی،البتہ فقہانے نماز اس وقت لکھی ہے اور دیگر اوقات میں بھی لکھی ہے۔کسوف اور خسوف،آندھی،تاریکی دن کو،روشنی شدید رات کو،خوف غنیم،زلزلہ،بجلی،برف،بارش جو تھمتی نہ ہو،(۲) عموم امراض،استسقا اس کو صاحب درمختار نے ذکر کیا ہے اور تعمیم کی ہے کہ جو آیات اللہ موجب تخویف ہوں اس وقت نماز پڑھنا چاہئے۔

ویؤیده قوله علیه السلام:"إذا رأیتم من هٰذه الأفزاع شیئًا فافزعوا إلی الصلوٰة".(۳)واللّٰه اعلم

(امداد،صفحہ:۹۸،جلد:۱)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۶۵)

---

(۱) اس لیے نہ چاہیے،بالخصوص جبکہ عوام کا اعتقاد اس میں حدفساد تک پہنچا ہوا ہے۔سعید پالنپوری

(۲) مناسب عبارت:''جو تھمتے نہ ہوں'' ہے کیونکہ یہ قید بارش اور برف دونوں کے ساتھ ہے،درمختار (باب الکسوف:۱/۷۰) کی عبارت:والثلج والمطر الدّائمَین،ہے۔سعید پالنپوری

(۳) و فی الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة،باب الاستسقاء:۱/۲۲۵:لم أجده بهذا اللفظ.انیس

عن عائشة زوج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قالت:خسفت الشمس فی حیاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فخرج إلی المسجد فصف الناس وراء ه فکبرفقرأ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قراء ة طویلة ثم کبرفرکع رکوعاطویلا ثم قال:سمع اللّٰه لمن حمده،فقام ولم یسجد وقرأ قراء ة طویلة هی أدنی من القراء ة الأولی ثم کبر و رکع رکوعا طویلاوهوأدنی من الرکوع الأولی ثم قال:سمع اللّٰه لمن حمده ربناولک الحمد،ثم سجد ثم قال فی الرکعة الأخیرة مثل ذلک،فاستکمل أربع رکعات فی أربع سجدات و انجلت الشمس قبل أن ینصرف ثم قام فأثنی علی اللّٰه بماهوأهله ثم قال:هماآیتان من آیات اللّٰه لایخسفان لموت أحد ولالحیاته فإذارأیتموهمافافزعواإلی الصلاة.(الصحیح للبخاری،باب خطبةالإمام فی الکسوف(ح:۱۰٤٦)انیس)

==

دفن اور قحط ووبا میں اذان ثابت ہے یا نہیں:

سوال: زمانۂ قحط اور وبا میں اور دیگر حادثات میں اور دفن میت کے بعد اذان کہنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

ان حوادثات میں اذان شارع علیہ السلام سے اور اقوال وافعال سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بدعت ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۴/۲)

خشک سالی اور طاعون کے موقع پر اذان ثابت ہے یا نہیں:

سوال: وبا اور قحط اور خشک سالی طاعون وغیرہ کے موقعہ میں اذان بعد نماز کہنا شرعاً درست ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو شرعی دلیل کیا ہے، اور اگر ممنوع ہے تو ہم نے جو سنا ہے کہ وبا میں غول بیابانی اور جنات کی کثرت ہوتی ہے اور جنات کے دفع کے لئے جو حدیث "**وإذا تغولت لكم الغيلان فنادوا بالأذان**" (۲) اور حدیث "**أطفئوا الحريق بالتكبير**" (۳) سے سندِ جواز پکڑنا صحیح ہے یا نہیں؟

== کسوف وخسوف کے سلسلہ میں عمومی طور پر "فافزعوا إلى ذكر الله" یا "فافزعوا إلى الصلاة" کے آئے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے! مسند الشافعي، الباب الرابع عشر في صلاة الكسوف (ح: ٤٧٥)/ مصنف عبدالرزاق، باب الآيات (ح: ٤٩٢٦)/ مسند الحميدي، أحاديث أبي مسعود الأنصاري (ح: ٤٦٠)/ مصنف ابن أبي شيبة، صلاة الكسوف كم هي؟ (ح: ٨٢٩٩)/ مسند إسحاق بن راهويه (ح: ٥٩٩)/ مسند الإمام أحمد، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ٤٣٨٧) / سنن الدارمي، باب الصلاة عند الكسوف (ح: ١٥٦٩)/ الصحيح للبخاري، باب خطبة الإمام في الكسوف (ح: ١٠٤٦)/ الصحيح لمسلم، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف الصلاة (ح: ٩١٢)/ سنن ابن ماجة، باب ماجاء في صلاة الكسوف (ح: ١٢٦٣)/ سنن أبي داؤد، باب صلاة الكسوف (ح: ١١٧٧)/ مسند البزار، أبو شريح عن عبدالله بن مسعود (ح: ١٤٤٩)/ سنن النسائي، نوع آخر من صلاة الكسوف (ح: ١٤٧٠)/ مسند أبي يعلى الموصلي، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ٥٣٩٤)/ المنتقى لابن الجارود، ماجاء في الكسوف (ح: ٢٤٩)/ مسند الروياني، حديث بلال مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم (ح: ٧٥٢)/ الصحيح لابن خزيمة، باب ذكر الخبر الدال على أن كسوفهما تخويف (ح: ١٣٧١)/ شرح معاني الآثار، باب صلاة الكسوف كيف هو (ح: ١٩٥٠) انیس

(۱) في الاقتصار على ماذكر من الوارد إشارة إلٰى أنه لايسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر في فتاوٰيه بأنه بدعة ومن ظن أنه سنة قياساً علٰى ندبهما للمولود إلحاقاً لخاتمة الأمر بابتدائه فلم يصب آه. (رد المحتار، باب صلٰوة الجنائز: ٨٣٧/١، ظفير، مطلب في دفن الميت، تنبيه)

(۲) السنن الكبرىٰ للنسائي، الأمر بالأذان إذا تغولت الغيلان (ح: ١٠٧٢٥) انیس

(۳) الدعاء للطبراني، باب القول عند وقوع الحريق (ح: ١٠٠١) انیس

الجواب

وبا اور قحط میں اذان کہنا منقول نہیں ہے اور تغول غیلان کے وقت جواز اذان مستحب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر طور سے غیلان جن محسوس ہو۔ مثلاً: جنگل وغیرہ میں کسی کو جنات کا احساس ہو اس وقت اذان کہنے کا حکم ہے۔ امراضِ وبائیہ میں یہ وارد نہیں ہے نہ اس کو اس پر قیاس کر سکتے ہیں کہ قیاس اول تو مجتہد کا معتبر ہے نہ ہم لوگوں کا، اور علاوہ بریں قیاس مع الفارق ہے، امراضِ وبائیہ میں تغول غیلان کو محسوس نہیں کیا جاتا۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۳/۲)

مرض طاعون میں اذان دینا مشروع ہے یا نہیں:

سوال: مرض طاعون میں جو اکثر آدمی مسجدوں میں اذانیں دیتے ہیں، یہ شرع کے خلاف ہے یا موافق ہے ایک مولوی صاحب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے بابت فرماتے ہیں کہ ان کا تو فتویٰ ہے اذانوں کا، کیا یہ بات صحیح ہے اور ان کا فتویٰ ہے؟ جواب فرمادیں۔

الجواب

قال الشامی عن حاشیة البحر للخیر الرملی: رأیت فی کتب الشافعیة أنه قد یسن الأذان لغیر الصلٰوة، کما فی آذان المولود، والمهموم، و المصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أو بهیمة، وعند مزدحم الجیش، وعند الحریق، ... وعند تغول الغیلان: أی عند تمرد الجن لخبر صحیح فیه. أقول: ولا بعد فیه عند نا،آه. أی لأن ماصح فیه الخبر بلامعارض فهو مذهب للمجتهد وإن لم ینص علیه. آه. (ردالمحتار ۳۹۹/۱)(۲)

بعض علما نے تغول غیلان کی حدیث سے طاعون کے لئے اذان کو مشروع کہا ہے، مگر ہم کو اس میں کلام ہے، ہمارے نزدیک تغول غیلان سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی صورت نمودار ہو جس میں جنات کا سامنے موجود ہونا اور غلبہ و تمرد کرنا محسوس ہو، جیسا کہ رات کو سفر کرتے ہوئے بعض دفعہ جنگلوں میں جنات کی آوازیں یا ڈراونی شکلیں نظر آیا

(۱) وهوسنة - الخ - للفرائض- الخ - لایسن لغیرها، الخ. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۳۵۷/۱، ظفیر)

وقد قال مالک فی المختصر: لاأذان فی نافلة ولا عید ولا خسوف ولا استسقاء ودلیلنا من جهة المعنی أن الأذان والإقامة إنما شرعا للفرائض فأماالنوافل فلایؤذن لها ولایقام وصلاة العیدین نافلة لیست بفریضة فکان ذلک حکمها. (المنتقیٰ شرح الموطأ، العمل فی غسل العیدین والنداء فیهما (ح: ۳۱۵/۱. انیس)

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان فی غیر الصلاة، انیس

نعم قد یسن الأذان لغیر الصلاة کمافی أذن المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من إنسان أوبهیمة وعند مزدحم الجیش وعندالحریق، قیل: وعندانزال المیت لقبره قیاساً علی أول خروجه للدنیالکن رددته فی شرح العباب وعندتغول الغیلان أی تمردالجن لخبر صحیح فیه وهووالإقامة خلف المسافرویقال فی العید نحوه. (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، فصل فی الأذان والإقامة: ۴۶۱/۱. انیس)

کرتی ہیں، اس وقت اذان دینا مشروع ہے، اور طاعون میں جنات کا وجود اور غلبہ محسوس نہیں ہوتا، بلکہ محض سمعاً ونقلاً معلوم ہوا ہے، واللہ اعلم

قلت: ويؤيد قول الشيخ في القاموس ومجمع البحار من تفسير التغول بالتلون بصور شتى. (۱)

وأيضًا: فإن في الأذان في هذه الحالة تشويشًا وتغليطًا.

وأيضاً: فيه تهويل للناس فإنهم إذا سمعوا الأذانات بكثرة يفزعون ويتوهمون أن الوباء شديدة في البلد حتى سقط حمل بعض الحوامل، بذلک قاله الشيخ.

لايقال إن لم يعتقد سنية هذا الأذان مستدلا بالحديث المذكور؛ لكونه محمولا على ظهور الجن بل أذن سنية الرقية، ينبغي أن يجوز؟

قلنا: إن العوام تعتقده من الأمور الشرعية الدينية كما هو مشاهد من أحوالهم ومن لم يعرف حال أهل زمانه فهو جاهل، فافهم.

حرره الأحقر ظفر أحمد عفا عنه. ۲۱؍شوال ۱۳۴۴ھ۔

نعم التحقيق بقبول حقيق، كتبه أشرف علی. ۲۳؍شوال ۱۳۴۴ھ۔ (امداد الاحکام: ۳۴/۲)

رفع طاعون کے لئے اذانیں دینا مشروع ہے یا نہیں:

سوال: طاعون کے مرض کے وقت اکثر عوام میں اذانوں کا رواج ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

حدیث میں تغولِ غیلان کے وقت اذان کو مندوب فرمایا ہے، اور طاعون میں "وخز أعدائنا من الجنّ" ثابت ہے۔ (۲) اس لئے بعض نے کہا ہے کہ رفعِ طاعون کے لئے بکثرت اذانیں دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر صورت یہ ہونی چاہئے کہ اوقاتِ اذان ہی میں اور ایام سے کچھ زیادہ آدمیوں نے اذان پڑھ دی اور یہ صورت متعارف ہے کہ غیر اوقات اذان وصلوٰۃ میں بکثرت اذان دی جاتی ہے اس میں تشویش علی الناس ہے، اس لئے قابلِ ترک ہے، اور

(۱) كانت العرب تقول إن الغيلان في الفلوات تترء للناس وتتغول أی تتلون لهم فتضلهم عن الطريق وتفزعهم وتهلكهم ويسمونها السعالی وقد ذكروها في أشعارهم فأبطلت الشريعة ذلک وأصل التغول التلون ويقال تغولت المرأة إذا تلونت. (تفسير غريب ما في الصحيحين البخاری ومسلم: ۲۲۰/۱. انيس)

عن عبد الله بن عبيد بن عمير قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الغيلان؟ قال: هم سحرة الجن. (مكائد الشيطان، تطور الجن وتشكلهم: ۲٤/۱. انيس)

(۲) قال مجاهد: الطوفان الموت، وقال غيره الطوفان السيل ورواه بعضهم إنما هو وخز من الشيطان والوخز الطعن وكانت العرب تسمى الطاعون رماح الجن. (غريب الحديث للخطابی، حديث معاذ أنه لما قدم الشام فأصابهم: ۳۱٦/۲. انيس)

بعض کے نزدیک اس وخز کو تغول پر قیاس کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ تغول میں ظہور ہوتا ہے، جس کا کوئی وقت نہیں۔ اس لئے فوراً اذان کی ضرورت ہوتی ہے اور وخز میں کوئی خاص وقت ظہور کا نہیں۔ اس لئے وقتی اذانیں بھی برکت کے لئے کافی ہیں۔ مستقل اذان کی کوئی دلیل نہیں۔ لہذا یہ بدعت ہوئی، جس کا ترک واجب ہے۔ یہ دونوں قول ہیں اور اقویٰ دلیل سے ثانی ہے۔ لہذا اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم

۲۴/شوال ۱۳۴۶ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۴۵-۴۶)

دفع وبا کے لئے اذان کہنا مباح ہے:

سوال: دفع وبا کے لئے اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ تنہا یا گروہ کے ساتھ مسجد میں یا گھر میں؟

(المستفتی نمبر: ۱۰۰۷، عبد الستار صاحب (گیا) ۲۹/ربیع الاول ۱۳۵۵ھ، م ۲۰/جون ۱۹۳۶ء)

الجواب

دفع وبا کے لئے اذانیں دینا تنہا یا جمع ہو کر بطور علاج اور عمل کے مباح ہے، سنت یا مستحب نہیں ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۵۱)

رفع وبا کے لئے اذان:

سوال: وباء بیماری اور روبائے بارش کے موقعوں پر گاؤں کے چاروں طرف صحیح اذان کہنے والے دس پانچ آدمی مل کر اگر ایک مرتبہ اذان دیں، تو اس کی اجازت ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو سنن میں سے ہے یا بدعتِ حسنہ میں سے؟

الجواب　　حامداً و مصلیاً

یہ کوئی شرعی چیز نہیں، لہذا ایسے وقت اذان کہنا سنت نہیں، (۲) اور غیر سنت کو سنت سمجھنا ناجائز ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۰۶)

(۱) وفی حاشیة البحر للخیر الرملی: "رأیت فی کتب الشافعیة أنه قد یسن الأذان لغیر الصلٰوۃ کما فی أذن المولود ... قال الملا علی القاری فی شرح المشکوٰۃ: قالوا: یسن للمهموم أن یأمر غیره أن یؤذن فی أذنه فإنه یزیل الهم الخ". (رد المحتار، باب الأذان، مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان فی غیر الصلاة: ۱/۳۸۵، ط سعید)

(۲) "لا یسن لغیرها: أی من الصلوات"، الخ. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعید)

(۳) "عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد". (مسند الإمام أحمد، مسند عائشة الصدیقة (ح: ۲۶۳۲۹)/الصحیح للبخاری، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود (ح: ۲۶۹۷)/الصحیح لمسلم، باب نقض الأحکام الباطلة (ح: ۱۷۱۸)/ سنن ابن ماجة (ح: ۱۴)/سنن أبی داؤد، باب فی لزوم السنة (ح: ۴۶۰۶) انیس)

ہیضہ کی حالت میں اذانیں دینا بدعت ہے:

سوال: آج کل یہ اذانیں جو موجودہ وبائی امراض ہیضہ وغیرہ کے پھیلنے سے دی جاتی ہیں، کیا فقہ حنفی کی رو سے یہ جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

یہ بدعت ہے؛ کیوں کہ عموم امراض کے وقت اذان دینا شارع علیہ السلام سے اور اقوال وافعال سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ (کمافی فتاویٰ دار العلوم: ۲/۸۴: وفتاویٰ امدادیہ: ۱/۱۰۸)

لہٰذا ان حالات میں اذان نہیں کہنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ۔ ۱۵/۱/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۹۹۔۲۰۰)

دفع بلا کے لئے مخصوص اوقات میں اذان دینے کا حکم:

سوال: کچھ دنوں سے ایک گاؤں میں پورے رمضان کے مہینے میں ہر جمعہ کو شب میں عشا کی اذان سے لے کر جماعت تک کچھ وقفہ کے ساتھ متعدد حضرات سات اذانیں دیتے ہیں، اب ترقی کر کے ہر مہینے میں اور ہر جمعہ کی شب میں ایسا کرتے ہیں۔ دریافت کرنے پر بتاتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے کیا ہے اور کرتے چلے آئے ہیں، لہٰذا ہم بھی کر رہے ہیں، نیز ان کا کہنا ہے کہ اس سے جملہ آفات بھی دور ہوتے ہیں۔

اب پوچھنے کا منشا یہ ہے کہ ان کی بات کہاں تک صحیح ہے، آیات قرآنی وحدیث کی روشنی میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں

الجواب

قرآن وحدیث سے اذان مذکور کا ثبوت نہیں ہے، اگر کسی خاص زمانے میں اور کسی خاص دن عشا کے وقت متعدد اذان کی ضرورت ہوتی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور حکم فرماتے، اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم ضرور عمل کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفاء راشدین صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی ذوالنورین، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے نورانی دور میں ہزار ہا صحابہ وتابعین وفات پا گئے، مگر کسی نے اذان مذکور کا حکم نہیں دیا، صحابۂ کرامؓ کے بعد بزرگان تابعین وتبع تابعین ائمۂ مجتہدین امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے بعد بزرگان امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ وغیرہ کسی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا۔

مسنون طریقہ سے عمل کرنے میں ہماری نجات ہے اور اس کی خلاف ورزی گمراہی کا باعث ہے، آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے امت کے تہتر فرقے بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ ان میں ایک ہی فرقہ نجات پانے والا ہے، صحابۂ کرامؓ نے پوچھا: **من هي يارسول الله** ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ما أنا عليه و أصحابي**، جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب عمل پیرا ہیں۔ (مشکوۃ، ص: ۳۰)(۱) دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح امت اور اس کی ہدایت کے لئے راہ عمل متعین فرمادی کہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر عمل پیرا ہونے پر نجات موقوف ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت عجیب وغریب اور بہت ہی موثر انداز میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے، جن سے حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل لرزا ٹھے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ارشادات تو ایسے ہیں کہ جیسے رخصت کرتے وقت کوئی ضروری نصیحتیں کیا کرتا ہے، ہمیں کچھ اور نصیحتیں بھی فرمادیجئے، آپ نے کچھ اور نصیحتیں فرمائیں، ان میں اہم ترین نصیحت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، تو ایسی حالت میں تم پر لازم اور ضروری ہے کہ اس طریقہ پر مضبوطی سے جمے رہو، جو میرا اور میرے بعد ان خلفاء راشدین کا طریقہ ہے جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں، (ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین) اس طریقہ کو مضبوطی سے سنبھالو اور دانتوں اور کچلیوں سے پکڑ لو اور جو نئی باتیں ایجاد ہوں، ان سے پوری طرح پرہیز کرو، کیونکہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے — اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مشکوۃ شریف)(۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''**اتبعوا أثرنا و لاتبتدعوا فقد كفيتم**''. (الاعتصام: ۹۱/۱، کنز العمال: ۵۶/۱)(۳)

ہمارے نقش قدم پر چلو اور بدعات ایجاد نہ کرو، تمہارے لئے ہماری اتباع کافی ہے۔

(۱) عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليأتين على أمتي ماأتى على بني إسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان في أمتي من يصنع ذلك وإن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار إلاملة واحدة، قالوا: ومن هي يارسول الله؟ قال: ماأناعليه و أصحابي. (سنن الترمذي، باب ماجاء فيمن يموت وهويشهدأن لاإله إلاالله (ح: ۲۶۳۱)انيس)

(۲) عن عرباض بن سارية قال: صلى لنارسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر ثم أقبل علينا فوعظناموعظة بليغة ذرفت لهاالأعين ووجلت منهاالقلوب، قلناأوقالوا: يارسول الله! كأن هذه موعظة مودع فأوصينا، قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن كان عبداًحبشياًفإنه من يعش منكم يرى بعدي اختلافاًكثيراً فعليكم بسنتي وسنةالخلفاء الراشدين المهديين وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمورفإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (مسندالإمام أحمد، مسندعرباض بن سارية(ح: ۱۷۱۴۴)/سنن الدارمي، باب اتباع السنة (ح: ۹۶)/سنن ابن ماجة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين (ح: ۴۲)مسند البزار، مسند العرباض بن سارية (ح: ۴۲۰۱)/السنة للمروزي، ذكرالوجه الثاني من السنن التي اختلفوا(ح: ۶۹)انيس)

(۳) البدع لابن وضاح، باب مايكون بدعة (ح: ۱۱)/سنن الدارمي، باب في كراهة أخذالرأى (ح: ۲۱۱)/شعب الإيمان، فصل في تعليم القرآن (ح: ۲۰۲۴)انيس)

اورحضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كل عبادة لم يتعبدها أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدوها".(الاعتصام: ۱۱٦/۲)

ترجمہ: ہرایسی عبادت جس کوصحابۂ کرامؓ نے نہ کیا ہوتم بھی نہ کرو۔

حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کوخبر پہنچی کہ کچھ لوگ مغرب بعدا کٹھے بیٹھتے ہیں،ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی بار"**سبحان الله**"اوراتنی بار"**الحمدلله**"اور"**الله أكبر**"اور"**لاإله إلا الله**"پڑھو،حاضرین اسی طرح پڑھتے ہیں،حضرت عبداللہ بن مسعودؓان کے پاس تشریف لے گئے ان کا یہ طریقہ دیکھا،کھڑے ہوکر کہنے لگے:قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبودنہیں،بیشک تم سخت تاریک بدعت میں مبتلا ہو،ورنہ یہ کہوکہ تمہارا علم صحابۂ کرامؓ کےعلم سے بڑھا ہوا ہے۔(کہ تم وہ کررہے ہوجس کی صحابۂ کرامؓ کوخبر بھی نہ تھی) پھران کومسجد سے نکال دیا۔

(الاعتصام: ۱٦٥/۲ .مجالس الابرار: ۱۲٥/۱۸)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اوراس کوکارخیر سمجھا تواس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کواحکام خداوندی کی تبلیغ میں خائن اورکمی کرنے والاٹھرایا۔چونکہ ارشادخداوندی ہے:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ﴾(۱)

آج میں نےتمہارے لئے تمہارے دین کومکمل کردیا۔

لہذا جوکام آپ کے زمانۂ مبارک میں دین میں شامل نہ تھاوہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا ہے۔

(الاعتصام: ۱/٤۸)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب(فتاویٰ احیاء العلوم:۱/۱٦٦-۱٦۸)

مغموم کااذان کہلواکرسُننا کیساہے:

سوال: ایک واعظ صاحب فرماتے تھے کہ اگرکسی کورنج وغم لاحق ہوتواس کومناسب ہے کہ کسی سےاذان کہلا کرسنے۔

الجواب

اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔شامی میں نقل کیا ہے کہ مغموم ومہموم کے کان میں اذان کہنامستحب ہے۔(۲)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۲/۸٦)

---

(۱) سورۃالمائدۃ:۳ .انیس

(۲) وفي حاشية البحر للخير الرملي:رأيت في كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغير الصلوٰة كما في أذن المولود والمهموم و المصروع،الخ.(رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الأذان،مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة: ۱/۳٥۷،ظفير)

مغموم کے کان میں اذان کہلوانے کا حکم:

سوال: ایک آدمی بہت بیمار رہتا ہے، اس کو ایک عامل نے کہا کہ ''جب آپ کی طبیعت زیادہ مغموم ہو، تو اپنے کان میں کسی سے اذان کہلایا کرو، انشاء اللہ جو پریشانی بیماری کی وجہ سے ہے، وہ سب دور ہو جائے گی''، آیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مغموم ومہموم کے لئے کان میں اذان کہلوانا مسنون لکھا ہے، اہل تجربہ سے منقول ہے کہ یہ عمل رفع غم کے لئے مؤثر ہے۔

وقال الملا علی القاری فی شرح المشکوٰۃ: قالوا: یسن للمهموم أن یأمر غیره أن یؤذن فی أذنه فإنه یزیل الهم، کذا عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه، ونقل الأحادیث الواردة فی ذلک فراجعه، اه. (رد المحتار: ۲۸۳/۱)(۱) فقط واللّٰہ أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۹/۴/ ۱۴۰۲ھ ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۳۴/۲-۲۳۵)

آندھی کے دن اذان:

سوال: آندھی کے دن اذان پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

علامہ شامی نے مواقعِ اذان میں اس کو ذکر نہیں کیا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۴۰۶/۵)

---

(۱) ردالمحتار، باب الأذان، مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان فی غیر الصلاة
مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الأذان: ۵٤۷/۲.

عن علی قال: رآنی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حزیناً فقال: یا ابن أبی طالب إنی أراک حزیناً فمر بعض أهلک یؤذن فی أذنک فإنه دواء الهم. (مناقب الأسد الغالب علی بن أبی طالب لابن الجزری، ومما روینا من الأحادیث المسلسلات عنه رضی اللّٰہ عنه: ۵۰/۱)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من ساء خلقه من إنسان أو دابة فأذنوا فی أذنه. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب الأذان: ۵٤۷/۲) انیس)

(۲) ''لا یسن لغیرها: أی من الصلوات، وإلا فیندب للمولود. و فی حاشیة البحر للخیر الرملی: رأیتُ فی کتب الشافعیة: أنه قد یسن الأذان لغیر الصلاة، کما فی أُذن المولود، و المهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أو بهیمة، وعند مزدحم الجیش، وعند الحریق'' الخ. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان فی غیر الصلاة: ۳۸۵/۱، سعید)

کسی ناگہانی مصیبت کے وقت اذان:

سوال: ''اورنگی ٹاؤن'' میں نہتھے لوگوں پر دہشت پسندوں کا خوف کچھ اتنا غالب آیا اور خوف وہراس اس قدر غالب ہوا کہ تمام محلّہ اللہ تعالیٰ سے مدد پکارنے لگا، اور تقریباً رات کے گیارہ بجے تمام مسجدوں سے اذان دی گئی اور اس اذان کی وجہ اس کے سوائے اور کچھ بھی نہ تھی کہ اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے اس ناگہانی مصیبت میں لوگوں کی مدد فرمائیں، مسجدوں کے مائک اس لیے استعمال کئے گئے تاکہ آواز دور دور تک جائے اور دہشت پسندوں کے دل لرز جائیں۔ ''رحمانیہ مسجد، اورنگی ٹاؤن'' کے امام کا کہنا ہے کہ یہ غلط حرکت ہے اور اذان کے بعد نماز جماعت فرض ہے، جب کہ تمام لوگ جانتے تھے کہ یہ نماز کا کوئی وقت نہ تھا، اس فعل سے کیا حرج واقع ہوا؟ مشورہ دے کر ممنون فرمائیں، اس قسم کی ناگہانی بلاو مصیبت روز نازل نہیں ہوتی، اس لیے اس کے رواج بن جانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

الجواب

علامہ شامیؒ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''خیر الدین رملی رحمہ اللہ کے حاشیۂ بحر میں ہے کہ ''میں نے شافعیہ کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ نماز کے علاوہ بھی بعض مواقع میں اذان مسنون ہے، مثلاً: نومولود کے کان میں، پریشان، مرگی زدہ، غصے میں بھرے ہوئے اور بدخلق انسان یا چوپائے کے کان میں، کسی لشکر کے حملے کے وقت، آگ لگ جانے کے موقع پر۔

(ردالمحتار علی الدر المختار: ۳۸۵/۱)(۱)

خیر الدین رملی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دہشت پسندوں کے حملے کے موقع پر اذان کہنا حنفیہ کی کتابوں میں تو کہیں مذکور نہیں، البتہ شافعیہ کی کتابوں میں اس کو مستحب لکھا ہے، اس لیے ایسی پریشانی کے موقع پر اذان دینے کی ہم ترغیب نہیں دیں گے، لیکن اگر کوئی دیتا ہے تو ہم اس کو ''بالکل غلط حرکت'' بھی نہیں کہیں گے، البتہ نومولود کے کان میں اذان کہنا احادیث سے ثابت ہے اور فقہ حنفی میں بھی اس کی تصریح ہے۔(۲)

اذان اگر نماز کے لیے دی جائے، لیکن بے وقت دی جائے، تب بھی اس سے نماز فرض نہیں ہوتی، بلکہ نماز کا وقت آنے پر اذان کے اعادہ کا حکم دیا جائے گا، کیوں کہ بے وقت کی اذان کالعدم ہے۔(۳)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۰۱/۳-۳۰۲)

---

(۱)　وفی حاشية البحر للخير الرملی: رأيت فی كتب الشافعية أنه قد يسنّ الأذان لغير الصلاة، كما فی أذن المولود، و المهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أوبهيمة، وعند مزدحم الجيش، وعند الحريق.(رد المحتار، باب الأذان، مطلب فی المواضع التی يندب لها الأذان فی غير الصلاة: ۳۸۵/۱، انيس)

(۲)　ويستحب للوالد أن يؤذّن فی أذن المولود اليمنیٰ، وتقام فی اليسریٰ حين يولد؛ لما روی أبورافع رضی الله عنه. أن النبی صلى الله عليه وسلم أذّن فی أذن الحسن حين ولدته فاطمة... ==

کثرت بارش کے وقت اذان دینا:

سوال: جب بارش بہت زیادہ ہوجائے، تو لوگ اذانیں دیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب

کثرت بارش کے وقت اذان دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں۔ ''درمختار'' میں ہے:

(...وهو سنة) للرجال... (مؤكدة)... (للفرائض)... (لا) يسن (لغيرها) آه (ردالمحتار: ۳۵۸/۱، باب الأذان) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ۔ ۲۴/۹/۱۳۹۶ھ / الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۰۷/۲)

سیاسی مقاصد کے لئے اذان دینے کا حکم:

سوال: آج کل مساجد میں پانچ وقت کی اذانوں کے علاوہ جو اذانیں رات میں دی جارہی ہیں شرعی طور پر اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قرآن وسنت اور فقہاء کرامؒ کی تصریحات سے اذان کے بعد جو مواقع ثابت ہیں آج کل پانچ وقت کے علاوہ دی جانے والی اذانیں ان میں سے کسی میں داخل نہیں ہوتیں (۱) البتہ مسلمانوں پر کوئی عام مصیبت آئی ہو، تو اس کے ازالہ کیلئے فجر کی نماز میں قنوت نازلہ ثابت ہے (۲) اور ایسے مواقع پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۹/۶/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۵۶۲) (فتاویٰ عثمانی: ۳۹۸/۱-۳۹۹)

== وعن ابن عباس. رضى الله عنه. أن النبى صلى الله عليه وسلم أذّن فى أذن الحسن بن على يوم ولد وأقام فى اليسرىٰ. (الفقه الإسلامى وأدلّته: ٦٤٠/٣، العقيقة وأحكام المولود، طبع دار الفكر، بيروت)

(۳) تقديم الأذان على الوقت فى غير الصبح لايجوز اتفاقاً، وكذا فى الصبح عند أبى حنيفة ومحمّد رحمهما الله تعالىٰ وإن قدم يعاد فى الوقت هٰكذا فى شرح مجمع البحرين لابن الملك وعليه الفتوىٰ هذا فى التتارخانية ناقلاً عن الحجة. (الفتاوىٰ الهندية: ٥٣/١، كتاب الأذان، الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذّن)

حاشیه صفحه هذا:

(۱) نماز کے علاوہ دیگر مواقع اذان کی تفصیل کے لئے دیکھئے! ردالمحتار، مطلب فى المواضع التى يندب لها الأذان فى غير الصلوٰة: ۳۸۵/۱، طبع ایچ، ایم سعید)

(۲) وفى رد المحتار: ۱۱/۲: وإن نزل بالمسلمين نازلة قنت الإمام فى صلوٰة الجهر ... قنت فى صلوٰة الفجر، الخ. تفصیل کے لئے! ردالمحتار، مطلب فى القنوت للنازلة: ۱۱/۲، ملاحظہ فرمائیں۔ محمد زبیر)

نماز کے علاوہ کن مواقع پر اذان کہنا جائز ہے:

سوال: اذان کی مشروعیت علاوہ پنجگانہ نماز کے کسی اور طریق سے بھی حدیث یا فقہ سے ثابت ہوئی یا نہیں؟ جیسا کہ کثرت جنات میں یا آگ کے لگنے میں یا اعمال بزرگوں سے بوقت وبابعد صلوٰۃ عشا چند اشخاص کا جمعاً یا فرداً فرداً اذانوں کا کہنا سنا جاتا ہے۔فی الشرع ثبوت رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نماز کے علاوہ اذان کئی چیزوں کے لئے ثابت ہے، بچے کے کان میں اذان دینا تو معروف ومشہور ہے۔اس کے علاوہ بھی فقہا نے لکھا ہے کہ شدت غم کے وقت مغموم کے کان میں اذان کہی جائے تو اس کے غم کو زائل کر دیتی ہے۔

قال الملا علی القاری فی شرح المشکوٰۃ: قالوا:یسن للمهموم أن یأمرغیره أن یؤ ذن فی أذنه فإنه یزیل الهم، کذا عن علی رضی اللّٰه عنه، ونقل الأحادیث الواردة فی ذلک فراجعه.انتهٰی.(رد المحتار)(۱)

البحر الرائق کے حاشیے میں علامہ خیر رملی نے ذکر کیا ہے کہ کتب شافعیہ میں ہے کہ نماز کے علاوہ بچے کے کان میں اذان کہنا اور مہموم ومصروع اور غضبناک شخص یا کسی بگڑے ہوئے انسان یا جانور کے کان میں اذان کہنا یا دشمن کے حملے کے وقت یا آگ الگ جانے کے وقت یا جنات کی کثرت کی صورت میں اذان مسنون ہے۔پھر کہا کہ ہمارے نزدیک بھی اس میں کچھ بعد نہیں۔(۲)

شدت دباؤ کے وقت بطور عمل کے اگر اذان کہی جائے اور اسے سنت یا مستحب نہ سمجھا جائے تو مباح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم (کفایت المفتی:۴۵/۳)

قبر پر اذان دینا ثابت نہیں:

سوال: ان دنوں شہر سورت میں میں نے ایسا مسئلہ بیان کیا کہ بعد دفن مردہ کے قبر پر اذان کہنا چونکہ وہاں شیطان آتا ہے،قبر کے اندر جب موذن اذان دیتا ہے قبر پر تو مردہ مؤذن کی اذان سن کر جواب دیتا ہے تو شیطان

(۱) باب الأذان،مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان فی غیر الصلوٰة:۳۸۵/۱، ط: سعید کمپنی ،کراچی

(۲) وفی حاشیة البحر للخیر الرملی:رأیت فی کتب الشافعیة أنه قد یسن الأذان لغیر الصلوٰة،کما فی أذن المولود،والمهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أوبهیمة، وعند مزدحم الجیش، وعند الحریق ... وعند تغول الغیلان: أی عند تمرد الجن لخبر صحیح فیه.أقول: ولا بعد فیه عندنا .انتهٰی مختصرًا.(منحة الخالق علٰی هامش البحر الرائق،باب الأذان:۲۶۹/۱،ط: دار المعرفة،بیروت، لبنان/رد المحتار، باب الأذان،مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان فی غیر الصلوٰة:۳۸۵/۱،ط :سعید)

بھاگتا ہے، اور اذان کہنا سنت ہے بلکہ سیورام پورہ اورحسن جی صاحب کے مقبرہ پر اذان بعد دفن کہی گئی، جس پر اہل سورت کے علماء سے دریافت کیا تو انہوں نے تلقین وتسبیح وتحمید وتکبیر پڑھنے کو کہا اور اذان کا کہنا فقہا نے کہیں نہیں لکھا ہے، اس لیے کون حق ہے، اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ ارسال فرما کر بندہ کو ممنون فرماویں۔

الجواب

اول تو کسی حدیث صحیح سے شیطان کا قبر کے اندر آنا ثابت نہیں، پھر اگر اس کو بھی مان لیا جاوے تو اس کا آنا محتمل ضرر نہیں، کیوں کہ اس کا اضلال اسی عالم کے ساتھ خاص ہے، کیوں کہ یہ عالم تکلیف وابتلاء ہے۔

كما ورد في الحديث، (۱) **فإن الحي لاتؤمن عليه الفتنة،** اور جب آدمی مرگیا، اگر مہتدی تھا ضال نہیں ہوسکتا اگر ضال تھا مہتدی نہیں ہوسکتا۔ پس اس بناء پر اذان کا تجویز کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے، پھر قطع نظر اس سے یہ قیاس ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے کہیں منقول نہیں اور اولاً تو یہ محل قیاس کا نہیں دوسرے قیاس غیر مجتہد کا ہے کیوں کہ بعد .... کے اجتہاد منقطع ہے، کما صرحوا بہ۔ بہرحال بوجہ عدم ثبوت بالدلیل شرعی کے یہ عمل بدعت ہے، بلکہ عدم ثبوت سے بڑھ کر یہاں ثبوت سے عدم بھی ہے، کیوں کہ علمانے اس کو رد کیا ہے۔

كـمـا فـي رد الـمحتار أول باب الأذان: قيل وعند إنزال الميت القبر قياسًا علٰى أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن حجر في شرح العباب. (۲)

بالخصوص جب کہ عوام اس کا اہتمام والتزام بھی کرنے لگیں۔ **كما هو عادتهم في أمثال هذه** کہ التزام مالا یلزم سے مباح بلکہ مندوب بھی منہی عنہ ہوجاتا ہے۔ **كما صرح به الفقهاء وفرعوا عليه أحكاماً.** (۳) **والله أعلم**

۱۹؍محرم ۱۳۲۶ھ۔ (تتمہ اولیٰ ص:۲۴۱) (امداد الفتاویٰ:۳۰۲/۵)

(۱) عـن أبـي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاث ،علم ينتفع به، أوصـدقة تـجـري لـه أوولـد صـالـح يـدعـو لـه. (سـنـن الـدارمي باب البلاغ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (ح: ۵۷۸)/الصحيح لمسلم، باب مايلحق الإنسان من الثواب بعد الموت (ح: ۱۶۳۱)/سنن أبي داؤد، باب ماجاء في الصدقة عن الميت (ح: ۲۸۸۰) انيس)

(۲) ردالمحتار ،مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلوٰة: ۳۸۵/۱، انيس

(۳) وكل تكليف قد خالف القصد فيه قصد الشارع فباطل. (الموافقات، النوع الأول في الأسباب: ۳۱۶/۱)

وأيـضـاً: فـإن فـي حـظـر هـذه الأشـيـاء تـكـليفا ومشقةً تدخل على النفس وغير جائز للإنسان إدخال الضرر والـمـشـقة عـلـى نـفـسـه مـن غـيـر اجـتـلاب نـفـع ولا دلـيـل فـي العقل يوجب ذلك، فقبح إلزامه ذلك. (الفصول في الأصول، باب القول في أحكام الأشياء قبل مجيء السمع: ۲۵۰/۳)

عـن عبـد الـله بن أبي هذيل، أن عمر بن الخطاب قال: لو لا أني أخاف أن يكون سنة ماتركت الأذان. (مصنف عبدالرزاق الصنعاني، باب فضل الأذان (ح: ۱۸۷۰) انيس)

قبر پر اذان کی شرعی حیثیت:

سوال: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟ کیا یہ سنت ہے یا بدعت ہے؟ مدلل ومفصل جواب سے ممنون فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب ــــــــــــ حامدًا مصليًا و باللّٰه التوفيق

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا خلاف سنت اور بدعت ہے۔

كما قال الشيخ محمد إسحاق المحدث الدهلوی:

''اذان دادن بر قبر بعد دفن میت مکروہ است کہ معہود از سنت نیست''۔(۱)

ترجمہ: دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا مکروہ ہے، کیوں کہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں کہ!

''تنبيه: في الاقتصار علىٰ ماذكر من الوارد إشارة إلىٰ أنه لا يسن الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر في فتاويه بأنه بدعة، وقال: ومن ظن أنه سنة قياسًا علىٰ ندبهما للمولود إلحاقًا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم يصب، آه.(۲)

ترجمہ: میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا مسنون نہیں، جیسا کہ اب اس کا رواج ہو چکا ہے، اور علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے، کہ یہ بدعت ہے اور کہا ہے کہ جس شخص نے نومولود بچے کے کان میں اذان و اقامت کے مستحب ہونے پر قیاس کرکے اور اختتام امر کو ابتدائے امر کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے اذان قبر کو سنت خیال کیا ہے، اس نے غلطی کی ہے۔

اور مجالس الابرار میں ہے کہ: جس فعل کا سبب اور محرک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہو، اور کوئی مانع بھی موجود نہ ہو، اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ کیا ہو، تو ایسا کام کرنا اللہ کے دین کو بدلنا ہے، کیونکہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی تو سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور کرتے، یا اس کی ترغیب دیتے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود کیا، نہ کسی کو اس کے کرنے کی ترغیب دی، تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی مصلحت نہیں، بلکہ وہ بدعت قبیحہ اور سیئہ ہے۔ اس کی مثال عیدین میں اذان کہنا ہے، چنانچہ بعض سلاطین نے

(۱) مأة مسائل للشيخ محمد إسحاق المحدث الدهلوی: ٥٥، وهكذا في إمعان النظر في أذان القبر للشيخ محمد منظور النعماني رحمه الله

(۲) ذكره العلامة الفهامة ابن عابدين المعروف بالشامي المتوفى ١٢٥٢ھ في حاشيته على الدر المختار في كتاب الجنائز، مطلب في دفن الميت، ط: بيروت

اس کو ایجاد کیا، تو علما نے اس کو منکر سمجھا، اور اس کے مکروہ ہونے کا حکم لگایا، ٹھیک یہی حال قبر پر اذان دینے کا ہے، کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا سبب اور محرک (یعنی میت کی تدفین) موجود تھا اور کوئی مانع بھی نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قبر پر اذان دینے کا حکم دیا، نہ ترغیب دی۔ پس اس کے بدعت قبیحہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔(۱)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ!

بالخصوص جب کہ عوام اس کا اہتمام والتزام بھی کرنے لگیں. **كما هو عادتهم فى أمثال هذه** کہ التزام مالا یلزم سے مباح بلکہ مندوب بھی منہی عنہ ہوجاتا ہے۔(۲)

وفى بدائع الكلام: واهتمام اليوم الثالث للإيصال (تيجه) وغيره، وأحكام القبور، والفاتحة المروجة، والأذان بعد الدفن كلها بدعة. (۳) (فتاویٰ یوسفیہ: ۲/۱۷۹-۱۸۱)

سات اذانوں کی شرعی حیثیت:

سوال: ہمارے محلے کی مسجد میں رمضان المبارک کی ستائیسویں شب عشا کے وقت سات اذانیں دی جاتی ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ اس فعل کی شرعی حیثیت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں؟

الجواب

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں سات اذانیں حدیث وفقہ سے ثابت نہیں۔ اس لیے اس کو "بدعت" کہا جائے گا۔(۴) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۳۰۲)

(۱) مجالس الأبرار، المجلس الثامن عشر فى أقسام البدع وأحكامها، وذكره أيضًا الشيخ محمد منظور أحمد النعمانى فى رسالته المسماة إمعان النظر فى أذان القبر.

(۲) امداد الفتاویٰ شیخ علامہ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ: ۱/۳۰۲۔

(۳) بدائع الكلام فى بيان عقائد الإسلام: ۱۶۰۔

وفى مجموع فتاویٰ ابن باز: س: ماحكم الأذان والإقامة فى قبر الميت عند وضعه فيه؟

ج: لاريب أن ذلك بدعة ما أنزل الله بها من سلطان لأن ذلك لم ينقل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا عن أصحابه رضى الله عنهم، الخ. (٥-الإجابة عن سؤال حول الأذان والإقامة عندالقبر: ١/٤٣٩. انيس)

(۴) البدعة: ما أحدث علىٰ خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينا قويمًا وصراطاً مستقيمًا (رد المحتار: ١/٥٦٠، باب الإمامة، مطلب فى أقسام البدعة)

وفى البخارى (١/٣٧١): "من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهورد". (ما ليس منه) أى رأيًا ليس له فى الكتاب أو السنّة عاضد ظاهر أو خفى ملفوظ أو مستنبط (فهورد) أى مردود علىٰ فاعله لبطلانه. (فيض القدير للمناوى: ١١/٥٥٩٤، طبع نزار مصطفى)

عشا میں قبل اقامت سات اذانیں دینے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ایک جگہ پر رواج ہے کہ عشا کی جماعت سے قبل تکبیر سے پہلے تمام لوگ امام اور مقتدی زورزور سے سات دفعہ صف کے اندر کھڑے ہوکر اذانیں دیتے ہیں، جب اذانیں ختم ہوجاتی ہیں، تو تکبیر کہہ کر نماز کی ابتدا کرتے ہیں، جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اذانیں کس لئے دی جاتی ہیں، تو انہوں نے کہا کہ یہ اذانیں اس وجہ سے دی جاتی ہیں، تاکہ اس علاقہ میں آفتیں مصیبتیں اور بلائیں داخل نہ ہوں۔

اگر ایسا جائز ہوتا تو کہیں بھی اس طرح کیا جاتا، حالانکہ میں نے کہیں ایسا کرتے نہیں دیکھا، بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایسا کرنا بدعت ہے؛ کیونکہ شریعت میں سات دفعہ نمازِ عشا سے قبل اذانیں کہنا برائے دفع مصائب ثابت نہیں ہے، نیز اس میں اس فعل کو لوگوں کے ضروری خیال کرنے کا بھی شدید خطرہ موجود ہے۔ لہٰذا اس فعل سے رک جانا ضروری ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم مرتبہ مولانا ظفیر الدین: ۲/۸۴ میں ہے:

ان حوادثات میں اذان شارع علیہ السلام سے اور اقوال سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا بدعت ہے۔(۱)

فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۱/۸۵۵-۸۵۶)

امام اور نمازیوں کا جماعت سے پہلے اذان کے کلمات کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں عشا کی اذان کے بعد اقامت سے پہلے روزانہ بلا ناغہ امام سمیت تمام نمازی جو اس وقت موجود ہوتے ہیں، ایک صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور تمام اپنی اپنی پر جگہ کھڑے ہوکر بیک وقت زور زور سے تین مرتبہ اذانیں کہتے ہیں اور پھر مسجد کے چاروں کونوں میں پھونکتے ہیں، اس کے بعد اقامت ہوتی ہے اور نماز پڑھائی جاتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بستی والوں کا یہ عمل قرآن مجید، حدیث شریف، یا فقہ حنفی سے ثابت ہے یا کہ نہیں؟ اگر ثابت ہے، تو باقی اہل اسلام اس کے کیوں تارک ہیں اور اگر از روئے شرع محمدی یہ ثابت نہیں ہے، تو مذکورہ

(۱) كذا في الشامية: ... قد يسن الأذان لغير الصلاة، كما في أذن المولود، والمهموم، والمصروع، الخ. (باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة: ۱/۳۸۵، طبع ایچ ایم، سعید)

بستی والوں کے لئے کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی اہل سنت والجماعت کی معتبر کتب سے حوالہ کے ساتھ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واضح رہے کہ اذان شرعاً نماز فرض کے علاوہ دیگر نو (۹) موقعوں پر فقہاء کرام کے بیان کے مطابق مندوب اور مستحب ہے، (۱) مولود کے کان میں (۲) آگ لگ جانے کے وقت (۳) لڑائی کے وقت (۴) مسافر کے پیچھے (۵) جنات کی شرارت کے وقت (۶) مہموم (۷) غضبان اور (۸) مصروع کے کان میں (۹) مسافر راہ گم کردہ کے لئے اور علامہ شامیؒ نے ایک اور موقع میں بھی مسنون ذکر کیا ہے۔ (۱۰) بدخو انسان یا جانور کے کان میں۔ (ھکذا فی الشامیة: ۲۸۳/۱، باب الأذان) (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں بستی مذکورہ والے اگر ان اغراض میں سے کسی غرض کے لئے بغیر تخصیص وقت عشا و جماعت و دیگر قیود اذان دیا کرتے ہیں، تو جائز ہے، بدعت نہیں ہے، یا عبادات اور کار ثواب سمجھ کر نہیں کرتے ہیں، بلکہ کسی مرض و با یا دوسری تکلیف کے رفع کرنے کے لئے وقتی طور پر بطور عملیات کے اذان دیتے رہتے ہیں، تب بھی بدعت نہیں ہے، (۲) اور اگر عبادت سمجھ کر اذان دیتے ہیں اور ان دس موقعوں میں سے بھی کوئی موقعہ نہیں ہے، تو بدعت اور ناجائز ہے، اس کا ترک کرنا لازم ہے۔ فتاویٰ دار العلوم: ۳۵/۱ پر ہے: اکثر عملیات میں وقت اور یوم کا تعین منجانب اللہ نہیں، بلکہ محض تجربہ کی بنا پر لوگوں نے تعینات کئے ہیں، اگر ان اوقات وحالات خاصہ کو مؤثر بالذات نہ سمجھے، بلکہ ایسا تعین سمجھے جیسے وہاں مونجی بونے کے لئے برسات کا موسم متعین کیا جاتا ہے اور کسی کام کے لئے جاڑے کا موسم، کسی کے لئے گرمی کا، تو ان تعینات میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر یہ عمل علی الدوام کرتے ہیں، تو بدعت سیئہ اور ضلالہ ہے اور اگر کبھی کسی مخصوص وقت میں بطور عملیات کے دفع بلایا کے لئے کرتے ہیں، نہ بطور ثواب و عبادت کے، تو خاص وقت تک حسب ضرورت جائز ہے، ورنہ بدعت سیئہ ضلالہ، صورت مسئولہ میں بظاہر ثواب سمجھ کر یہ عمل کیا جاتا ہے، عملیات کے طور پر نہیں، اس لئے لازمی اس کو ترک کرنا چاہیے، دین میں اس قسم کی مداخلت گمراہی ہے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۸۵۶/۱-۸۵۸)

(۱-۲) فی الشامیة: ...قد یسن الأذان لغیر الصلاة، کما فی أذن المولود، والمهموم، و المصروع، الخ. (باب الأذان، مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان فی غیر الصلاة: ۳۸۵/۱، طبع ایچ ایم سعید)

(۳) عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد". مشکوة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۲۷/۱، طبع قدیمی کتب خانة، کراچی)

بچے کے کان میں اذان کا حکم:

سوال: یہاں دبئی میں اسپتال کے قانون کے مطابق بچہ پیدا ہونے کے فوراً بعد اذان دینے کی ممانعت ہے اور تین چار روز کے بعد جب چھٹی ہوتی ہے تب اذان دی جاتی ہے، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بچہ پیدا ہونے کے بعد نماز پنجگانہ کی اذان کی طرح بلند آواز سے اذان دینا ضروری نہیں ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ بچہ جب آلائش وگندگی سے پاک کرلیا جائے تو اس کو قریب کرکے پہلے دایاں کان سامنے کرکے کلماتِ اذان صرف ایسی آواز سے کہدیں کہ آواز بچہ کے کان تک پہنچ جائے، پھر اسی طرح بایاں کان سامنے کرکے اقامت کے کلمات ایسی آواز سے کہہ دیں کہ آواز بچہ کے کان تک پہنچ جائے اور بس۔

"عن أبي رافع رضي اللّٰه عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أذن في أذن الحسن بن علي رضي اللّٰه عنه حين ولدته فاطمة بالصلوٰة". (رواه الترمذی وأبوداؤد،وقال الترمذي:هذا حديث حسن صحيح)(۱)

اور یہ صورت قانون ہسپتال کے خلاف بھی نہ ہوگی اور سنت بھی ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۲۲۵-۲۲۶)

---

(۱) وفی شرح السنة عن عمربن عبد العزيز كان يؤذن فی اليمنىٰ ويقيم في اليسرىٰ إذا ولد الصبی، قلت: وقد جاء في مسند أبي يعلى الموصلی عن الحسين مرفوعاً: من ولد له ولد فأذن فی أذنه اليمنىٰ وأقام في أذنه اليسرىٰ لم تضره أم الصبيان. كذا فی الجامع الصغيرللسيوطی. (المرقاة شرح المشكوٰة: ۴/ ۳۶۰،مرتب)

شرح السنة للبغوی، باب الأذان فی أذن المولود (بعد ح: ۲۸۲۲، متصلًا بلفظ وروی عن عمربن عبدالعزيز...)وفی مسندعبدالرزاق الصنعانی، باب موته قبل سابعه ومتی يسمی ومايصنع (ح: ۷۹۸۵) بلفظ: أن عمربن العزيز كان إذاولد له ولدأخذه كما هو فی خرقته فأذن فی أذنه اليمنىٰ وأقام فی اليسرىٰ وسماه مكانه/مسند أبی يعلی الموصلی، مسند الحسين بن علی بن أبی طالب (ح: ۶۷۸۰)/المعجم الأوسط، من اسمه: نعمان (ح: ۹۲۵۰)/عمل اليوم والليلة لابن السنی، باب مايعمل بالولد إذاولد (ح: ۶۲۳)/شعب الإيمان، حق السادة على المماليک (ح: ۸۲۵۴)

وحديث المتن روی فی سنن أبی داؤدالطيالسی، وماأسندعن أبی رافع (ح: ۱۰۱۳)/مسندالإمام أحمد، حديث أبی رافع (ح: ۲۳۸۶۹)/سنن أبی داؤد، باب فی الصبی يولدفيؤذن فی أذنه (ح: ۵۱۰۵)/سنن الترمذی باب الأذان فی أذن المولود (ح: ۱۵۱۴)/مسندالبزار، ماأسندأبورافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم (ح: ۳۸۷۹) انيس

بچے کے کان میں اذان واقامت کا حکم:

سوال: بچہ کی پیدائش کے بعد اذان دینے اور اقامت کہنے کا صحیح طریقہ کیا ہے اور کتنے دنوں تک اذان دی جاسکتی ہے؟ کسی مجبوری کی بنا پر پیدائش کے وقت اذان نہ ہوئی تو اس کا جنازہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

بچہ کے کان میں اذان دینے اور اقامت کہنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو لے کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت آہستہ آہستہ کہی جائے، (۱) اذان کب سے کب تک دی جائے، اس کے لئے شرعاً کوئی تحدید نہیں ہے، البتہ چونکہ کان میں اذان دینے کا مقصد یہ ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلی جو آواز جائے وہ توحید و رسالت کی آواز ہو، تاکہ اس کے قلب و دماغ میں توحید ورسالت اور بنیادی عبادت نماز کا نقش مرتسم ہوجائے، (۲) اس لئے بہتر یہی ہے کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی فوراً اذان واقامت کہی جائے اگر فوراً نہ ہوسکے تو جب موقع ملے اس کو کرلیا جائے، اگر اذان نہ کہی گئی اور بچہ کا انتقال ہوگیا تو بھی اس بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی۔ ۱۷/۷/۱۴۱۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۷۷-۳۷۸)

بچہ کے کان میں سراً اذان دینی چاہئے یا جہراً:

سوال: مولود کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اس کی کیفیت کیا ہے، نماز کی اذانوں کی طرح جیسا قبلہ رخ اور کان میں ہاتھ دینا بلند آواز سے دینا اور مرد ہونا وغیرہ شرطیں یہاں بھی ملحوظ ہیں یا نہیں، زید کہتا ہے کچھ شرط نہیں، بلکہ بچہ کو گود میں لے کر بچہ کو سنوار دینا کافی ہے، نہ جہر کی ضرورت ہے اور نہ قبلہ رخ کی، آیا یہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

---

(۱) "فی شرح السنة: روی أن عمربن عبد العزیز رضی اللّٰه عنه کان یؤذن فی الیمنٰی ویقیم فی الیسریٰ إذا ولد الصبی. قلت: قد جاء فی مسند أبی یعلٰی الموصلی عن الحسین رضی اللّٰه تعالٰی عنه مرفوعًا: "من ولد له ولد فأذن فی أذنه الیمنٰی وأقام فی أذنه الیسریٰ لم تضره أم الصبیان". (مرقاة المفاتیح: ٤/٣٦٠)

شرح السنة للبغوی، باب الأذان فی أذن المولود (بعد ح: ٢٨٢٢)/مسند أبی یعلی الموصلی، مسند الحسین بن علی بن أبی طالب (ح: ٦٧٨٠)

(۲) "والأظهر أن حکمة الأذان فی الأذن أنه یطرق سمعه أول وهلة ذکر اللّٰه تعالٰی علی وجه الدعاء إلی الإیمان والصلاة التی هی أم الأرکان". (مرقاة المفاتیح: ٤/٣٦٠)

عن جابر قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إذا استهل المولود صلی علیه وورث. (سنن الدارمی، باب میراث الصبی (ح: ٣١٧٢)/سنن ابن ماجة، باب إذا استهل المولود ورث (ح: ٢٧٥٠)/معجم ابن الأعرابی، باب ی (ح: ٥١٤) عن أبی هریرة. انیس

الجواب ــــــــــــــــــــ

زید کا قول صحیح ہے، کیونکہ اس اذان سے اعلام مقصود نہیں، صرف تبرک مقصود ہے، لہذا نہ جہر مفرط چاہئے، نہ استقبال قبلہ کی ضرورت ہے اور استقبال کے افضل ہونے میں شک بھی نہیں، کیونکہ مطلق ذکر میں استقبال افضل ہے، **فکذا هذا**، مگر لزوم کی کوئی دلیل نہیں۔ (۱) واللہ اعلم

۹ / شعبان ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۲/۳۰-۳۱)

بچہ کے کان میں اذان کا طریقہ:

سوال: بچہ پیدا ہونے کے وقت اذان وتکبیر بچے کے کان میں پڑھے تو قبلہ کی طرف منھ کر کے کان میں انگلیاں لگا کر کھڑے ہو کر، جس طرح نماز کے لئے اذان وتکبیر پڑھی جاتی ہے، پڑھے یا اذان وتکبیر کے الفاظ کہنا کافی ہے؟

(ریاض الحق کلیانوی)

الجواب ــــــــــــــــ حامدا و مصلیا

اذان وتکبیر کے الفاظ کافی ہیں، کانوں میں انگلیاں دینے کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند- ۲۳/۳/ ۱۳۵۳ھ- (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۵۴)

(۱) سر التأذين والله أعلم: أن يكون أول ما يقرع سمع الإنسان كلماته المتضمنة لكبرياء الرب وعظمته والشهادة التي أول مايدخل بهافي الإسلام فكان ذلك كالتلقين له شعار الإسلام عنددخوله إلى الدنيا كمايلقن كلمة التوحيدعندخروجه منهاوغيرمستنكروصول أثرالتأذين إلى قلبه وتأثيره به وإن لم يشعرمع مافي ذلك من فائدة أخرىٰ وهي هروب الشيطان من كلمات الأذان وهوكان يرصده حتى يولدفيقارنه للمحنة التي قدرهاالله وشاء ها فيسمع شيطانه مايضعفه ويغيظه أول أوقات تعلقه به وفيه معنى أخرى وهوأن تكون دعوته إلى الله وإلى دينه الإسلام وإلى عبادته سابقة على دعوة الشيطان كماكانت فطرةالله التي فطر عليهاسابقة على تغيير الشيطان لهاونقله عنها ولغيرذلك من الحكم. (تحفةالمودودبأحكام المولود،الباب الرابع في استحباب التأذين في أذنه: ۱/ ۳۱. انيس)

(۲) "(ويجعل)ندباً(أصبعيه في)صماخ (أذنيه)فأذانه بدونه[أي بدون وضع الأصبع]حسن،وبه أحسن". (الدرالمختار)وفي رد المحتار: "(قوله:ويجعل أصبعيه الخ)لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لبلال رضي الله عنه: "اجعل أصبعيك في أذنيك فإنه أرفع لصوتك" وإن جعل يديه على أذنيه فحسن؛لأن أبا محذورة رضي الله عنه ضم أصابعه الأربعة ووضعها علىٰ أُذنيه،وكذا إحدىٰ يديه علىٰ ماروى عن الإمام.إمداد وقهستاني عن التحفة." (قوله فأذانه الخ)تفريع علىٰ قوله ندباً.قال في البحر:أي في الحديث المذكورللندب بقرينة التعليل، فلذا لولم يفعل كان حسنا.فإن قيل:ترك السنة كيف يكون حسناً ؟ قلنا:إن الأذان معه أحسن،فإذا تركه بقي الأذان حسناً، كذا في الكافي آه،فافهم". (كتاب الصلاة،باب الأذان،مطلب في أول من بنى المنائر: ۱/ ۳۸۸،سعيد)

عباراتِ مذکورہ نیز حدیث مذکور سے واضح ہوا کہ اذان کے دوران کانوں میں انگلیاں رکھنا آواز کو بلند کرنے کے لئے ہے اور بلندئ آواز سے لوگوں کو خبر دینا ہوتا ہے اور یہ بات بچہ کے اذان دینے سے مقصود نہیں، لہذ بچہ کے کان میں اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا مستحب نہیں۔

نومولود کے کان میں اذان دینے کا طریقہ اوراس کا فائدہ:

سوال: عام طور پر رواج ہے کہ نومولود کے کان میں اذان دیتے ہیں، اس کا طریقہ کیا ہے اوراس کا فائدہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نومولود کو ہاتھوں پر اٹھا کر قبلہ رو کھڑے ہوں، دائیں کان میں اذان دیں اور بائیں میں اقامت اور ''حی علی الصلاۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کے وقت حسبِ معمول دائیں بائیں منہ بھی پھیریں۔ اس اذان میں اتباع سنت کے ساتھ ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ بچوں کی مشہور مرض ''ام الصبیان'' کے لئے فائدہ مند ہے۔

قال السندی: فیرفع المولود عند الولادة علیٰ یدیه مستقبل القبلة ویؤذن فی أذنه الیمنیٰ و یقیم فی الیسریٰ ویلتفت فیهما بالصلاة لجهة الیمین وبالفلاح لجهة الیسار وفائدة الأذان فی أذنه أنه یرفع أم الصبیان عنه ،آه.(تقریرات الرافعی علیٰ حاشیة ابن عابدین: ۴۰/۱)**فقط و اللّٰه أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء۔ ۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۲۲۳-۲۲۴)

اذان نومولود میں بھی استقبال قبلہ اوردائیں بائیں التفات سنت ہے:

سوال: بچہ پیدا ہونے کے بعد جو اذان از روئے شرع ثابت ہے، وہ کماً اور کیفاً مثل اذان صلوٰۃ ہے، یا اس میں کچھ فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصواب

کماً مثل اذان صلوٰۃ ہے، مگر کیفاً اس میں رفع صوت نہیں، اس لئے کانوں میں انگلیاں دینا بھی مسنون نہیں، کیونکہ اس سے مقصد رفع صوت ہے، بقیہ کیفیات مثلاً قبلہ یمیناً شمالاً التفات اور ترسل وغیرہ اذان صلوٰۃ کی طرح اذان مولود میں بھی مسنون ہیں۔

عن أبی رافع رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أذن فی أذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة بالصلوٰة. (۱)

قال علی القاری رحمه اللّٰه تعالیٰ: والمعنی أذن بمثل أذان الصلوٰة.(المرقاة: ۱۵۹/۸)

---

(۱) سنن أبی داؤد الطیالسی، وما أسند عن أبی رافع (ح: ۱۰۱۳)/مسند الإمام أحمد، حدیث أبی رافع (ح: ۲۳۸۶۹)/سنن أبی داؤد، باب فی الصبی یولد فیؤذن فی أذنه (ح: ۵۱۰۵)/سنن الترمذی باب الأذان فی أذن المولود (ح: ۱۵۱۴)/مسند البزار، ما أسند أبو رافع مولی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (ح: ۳۸۷۹)انیس

وفی العلائیة: (ویلتفت فیه) وکذا فیها مطلقاً، وقیل إن المحل متسعاً (یمیناً ویسارًا) فقط، لئلا یستدبر القبلة (بصلاة وفلاح) ولو وحده أو لمولود؛ لأنه سنة الأذان مطلقاً.

وفی الشامیة: (قوله مطلقاً) للمنفرد وغیره والمولود وغیره، ط. (رد المحتار: ۱/ ۳٦۰)(۱)

وقال الرافعی رحمه اللّٰه تعالیٰ: قال السندی رحمه اللّٰه تعالیٰ: فیرفع المولود عند الولادة علیٰ یدیه مستقبل القبلة ویؤذن فی أذنه الیمنیٰ ویقیم فی الیسریٰ ویلتفت فیهما بالصلوٰة لجهة الیمین وبالفلاح لجهة الیسار وفائدة الأذان فی أذنه أنه یدفع أم الصبیان عنه. (التحریر المختار: ۱/ ٤٥) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۷/محرم ۱۳۸۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۲۷۷-۲۷۸)

بچہ کے کان میں اذان واقامت کتنی بار دی جائے اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے:

سوال: لڑکا جب پیدا ہوتا ہے تو اذان کتنی بار دینا چاہئے اور تکبیر کتنی دفعہ کہنی چاہئے؟ اذان وتکبیر کہنا کیسا ہے؟ فرض، واجب یا سنت؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ایک مرتبہ اذان اور ایک مرتبہ تکبیر کہنا چاہئے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری۔ ۲/۵/ ۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۳۷٦)

---

(۱) کتاب الصلاة، باب الأذان، قبیل مطلب فی أول من بنی المنائر للأذان، انیس

(۲) "وفی شرح السنة: روی أن عمر بن عبد العزیز رضی اللّٰه عنه کان یؤذن فی الیمنیٰ ویقیم فی الیسریٰ إذا ولد الصبی". (المرقاة شرح المشکوة: ٤/ ۳٦۰)

بچہ کے کان میں اذان واقامت کہنا سنت ہے، ترمذی شریف میں حضرت ابورافع کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ جس وقت حسن بن علی کی ولادت ہوئی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کان میں اذان دیتے ہوئے دیکھا جیسا کہ نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے۔

"عن أبی رافع. رضی اللّٰه عنه. قال: رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أذن فی أذن الحسن بن علی. رضی اللّٰه عنهما. حین ولدته فاطمة بالصلاة".

وقال الترمذی: هذا حدیث صحیح والعمل علیه. (جامع الترمذی، باب الأذان فی أذن المولود: ۱/ ۱۸۳)

صاحب مرقاۃ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ!

"وهذا یدل علیٰ سنیة الأذان فی أذن المولود". (المرقاة شرح المشکوة: ۱/ ۳٦۰)

یعنی یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بچہ کے کان میں اذان دینا مسنون ہے۔[مجاہد]

السنة أن یؤذن فی أذن المولود عند ولادته ذکراً کان أو أنثیٰ ویکون الأذان بلفظ أذان الصلاة لحدیث أبی رافع ذکره المصنف. (المجموع شرح المهذب، باب العقیقة: ۸/ ٤٤۲. انیس)

فون کے ذریعہ نومولود کے کان میں اذان:

سوال: دواخانہ میں تولد شدہ لڑکا یا لڑکی کے کان میں اذان کے الفاظ فون کے ذریعہ بولنے سے بچہ کے کان میں اذان کہنے کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ (ڈاکٹر سید غوث، جگتیال)

الجواب

بچے کو اذان کس وقت دی جائے؟ اس سلسلہ میں حدیث میں کسی خاص وقت کی صراحت منقول نہیں، البتہ کوشش کرنی چاہئے کہ حتی المقدور جلد اذان واقامت کے کلمات بچہ کے کان میں کہہ دے، کیونکہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ولادت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان دی، ''حين ولدته فاطمة''. (۱)

اس تعبیر سے خیال ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اذان دینا بلا تاخیر تھا، اس لئے ممکن حد تک عجلت کرنی چاہئے، تاکہ بچہ کے کان میں جو پہلی آواز جائے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ذکر سے متعلق ہو۔ چونکہ اصل مقصود بچہ کے کان میں اذان کی آواز کا پہنچنا ہے، اس لئے فون کے ذریعہ اذان واقامت کہنا بھی کافی ہو جائے گا۔ (واللہ اعلم)

لیکن بہتر یہی ہے کہ بالمشافہ اذان دی جائے، کیونکہ کان میں اذان کہنے کے جو آداب فقہاء و محدثین نے ذکر کئے ہیں، وہ اسی وقت ادا ہو سکتے ہیں، علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''نومولود کو ولادت کے وقت قبلہ رخ کر کے ہاتھوں پر رکھا جائے، اس کے دائیں کان میں اذان کہی جائے اور بائیں کان میں اقامت، نیز ''حی علی الصلوٰۃ'' میں دائیں جانب اور ''حی علی الفلاح'' میں بائیں جانب رخ کیا جائے''۔ (۲) ظاہر ہے یہ آداب فون پر ادا نہیں ہو سکتے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۵۵-۱۵۶)

بچے کے کان میں اذان کا وقت:

سوال: نومولود کے کان میں اذان کہنے کا کیا کوئی وقت متعین ہے، اگر پہلے روز اذان نہیں کہی گئی تو کیا اس کے بعد بھی کہی جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) مرقاة المفاتيح: ۸/۱۵۹۔

(۲) دیکھئے: تکملة رافعي على رد المحتار: ۲/۱٤۵۔

قال السندی: فيرفع المولود عند الولادة على يديه مستقبل القبلة ويؤذن في أذنه اليمنى ويقيم في اليسرى ويلتفت فيهما بالصلوٰة لجهة اليمين وبالفلاح لجهة اليسار وفائدة الأذان في أذنه أنه يدفع أم الصبيان عنه. (التحرير المختار: ۱/٤۵)

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس کے لئے وقت اور دن کی کوئی قید نہیں، حتی الامکان جلد کہنا چاہئے، اگر غفلت میں کئی روز گزر گئے تو بھی تنبہ کے بعد اذان کہی جائے۔

عن أبی رافع. رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه. قال: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أذن فی أذن الحسن بن علی. رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما. حین ولدته فاطمة بالصلوٰة.

قال الملاعلی القاری رحمه اللّٰہ تعالیٰ:

(حین ولدته فاطمة) یحتمل السابع وقبله. (المرقاة: ۱۵۹/۸) **فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

۲۳/ شوال ۱۳۸۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲۷۶/۲)

بچہ کے کان میں کئی روز بعد اذان دینا:

سوال: بعض ملکوں میں قانون ہے کہ بچہ کو پیدائش کے بعد ایک کانچ کے صندوق میں رکھ دیتے ہیں، ہفتہ عشرہ کے بعد بچہ کو دیتے ہیں، ان ایام ماں بھی ہسپتال میں رہتی ہے، بچہ کو دیکھ تو سکتی ہے، مگر چھو نہیں سکتی ہے، تو اس حالت میں ہفتہ عشرہ کے بعد اذان کہیں تو مضائقہ نہیں؟ اور اذان واقامت کس کان میں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

مجبوری کے وقت اس کو مکان پر لاکر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہہ دی جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۸/۴/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۶/۵)

(۱) "وعن أبی رافع رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه، قال: رأیتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم أذن فی أذن الحسن بن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما حین ولدت فاطمة بالصلاة".

قال الملا علی القاری رحمه اللّٰہ تعالیٰ: (حین ولدت فاطمة) یحتمل السابع وقبله.

وفی شرح السنة: روی أن عمر بن عبد العزیز رحمه اللّٰہ تعالیٰ قال: یؤذن فی الیمنیٰ ویقیم فی الیسریٰ إذا وُلد الصبی.

قلتُ: قد جاء فی مسند أبی یعلی الموصلی عن الحسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه مرفوعاً:

من وُلد له ولد، فأذن فی أذنه الیمنیٰ وأقام فی أذنه الیسریٰ، لم تضره أم الصبیان". کذا فی الجامع الصغیر للسیوطی". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، کتاب الصید والذبائح، باب العقیقة: ۷۵/۷، رشیدیة)

قال الرافعی رحمه اللّٰہ تعالیٰ: قال السندی رحمه اللّٰہ تعالیٰ: فیرفع المولود عند الولادة علیٰ یدیه مستقبل القبلة، ویؤذن فی أذنه الیمنیٰ ویقیم فی الیسریٰ، ویلتفت فیهما بالصلاة لجهة الیمین وبالفلاح لجهة الیسار، وفائدة الأذان فی أذنه أنه یدفع أم الصبیان عنه". (تقریرات الرافعی علی رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۵/۱، سعید)

بچہ کے کان میں اذان اس کو غسل دیکر کہی جائے:

سوال: بچہ کو غسل دئے بغیر اذان کہے یا پاک صاف کر کے اذان کہے، اگو کوئی لفظ بھول جائے تو کیا کرے؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

بچہ کو غسل دیکر پاک صاف کر کے دائیں کان میں پوری اذان اور بائیں کان میں پوری اقامت کہی جائے۔(۱)
اگر بھولے سے کوئی لفظ رہ جائے تو اس کو کہہ کر اذان واقامت مکمل کردے۔(۲)
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۱۳۸۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۴۵۷-۴۵۸)

زچہ خانہ میں بچی یا عورت کا کان میں اذان دینا:

سوال: زچہ خانہ میں تولد کے وقت اگر کوئی مرد موجود نہ ہو تو عورتیں بچے کی اذان کہہ سکتی ہیں یا نہیں؟ یا نابالغ لڑکا یا لڑکی کہے تو کیا حکم میں ہے؟ حالتِ جنابت میں بچے کی اذان کہی جائے تو ہو جائے گی یا نہیں؟ یا وضو ہونا ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

زچہ خانہ میں تولد کے وقت اگر کوئی مرد موجود نہ ہو تو عورت کو یہ اذان واقامت کہنا درست ہے۔(۳)

(۱) ”وأمر أن يماط عن رؤوسهما الأذیٰ“ولكن لا يتعين ذلك فی حلق الرأس،فقد وقع فی حديث ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما عن الطبرانی”ويماط عنه الأذی ويحلق رأسه“فعطفه عليه.فالأولیٰ حمل الأذی علیٰ ما هو أعم من حلق الرأس، ويؤيد ذلك أن فی بعض طرق حديث عمرو بن شعيب،ويماط عنه أقذاره“.رواه أبو الشيح.(فتح الباری شرح صحيح البخاری،قوله:إماطة الأذی عن الصبی: ۵۹۳/۹.انيس)

(۲) ”(ويترسل فيه)بسكتة بين كل كلمتين،ويكره تركه،وتندب اعادتة...ثم قال:ولو قدم فيهما مؤخرًا أعاد ما قدم فقط(ولايتكلم فيهما)أصلاًولورد سلام،فإن تكلم استأنفه“.(الدر المختار)”(أعاد ما قدم فقط)كما لو قدم الفلاح علی الصلاة ويعيده أی ولايستأنف الأذان من أوله(قوله استأنفه)إلا إذا كان الكلام يسيرًا،خانية.(رد المحتار،كتاب الصلاة،باب الأذان،مطلب فی أول من بنی المنائر للأذان: ۳۸۷/۱-۳۸۹، سعيد)

”وإذا قدم فی أذانه أوفی إقامته بعض الكلمات علیٰ بعض نحو أن يقول:أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه قبل أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه،فالأفضل فی هذا أن ما سبق علیٰ أوانه لايعتد به حتیٰ يعيده فی أوانه وموضعه،وإن مضی علیٰ ذلك جازت صلاته“.كذا فی المحيط.(الفتاویٰ الهندية،كتاب الصلاة،الباب الثانی فی الأذان،الفصل الأول فی بيان كلمات الأذان والإقامة: ۵٦/۱،رشيدية)

(۳) (وكرها) أی الأذان والإقامة (للنساء) لماروی عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما من كراهتهما لهن.(مراقی الفلاح)

==

نابالغ سمجھدار بچہ بھی کہہ سکتا ہے،(۱) اگر کوئی نہ ہو تو بچہ کی ماں بھی کہہ سکتی ہے، اگر وہ حالتِ نفاس میں نہ ہو۔ (۲)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۸/۴/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۵/۵-۴۵۶)

عورت کا بچے کے کان میں اذان دینے کا حکم:

سوال (۱) نومولود بچے کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ عام اذان عورت کی مکروہ ہے۔

(۲) بچے کی ولادت کے بعد کتنی دیر تک اذان دے سکتے ہیں؟

(محمد انور نقشبند کالونی، ملتان)

الجواب

(۱) اصل یہ ہے کہ نومولود کے کان میں کوئی مرد صالح اذان دے، تاکہ صورتاً بھی کراہت نہ ہو۔

مراقی میں ہے:

وكرها: أي الأذان والإقامة للنساء لما روى عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما من كراهتهما لهن. (باب الأذان، ص: ۱۰۵)

اس کی تعلیل علامہ طحطاوی یہ بیان کرتے ہیں:

لأن مبنىٰ حالهن على الستر ورفع صوتهن حرام، الخ.

== وقال الطحطاوى: (قوله: من كراهتهما لهن) لأن مبنى حالهن على الستر ورفع صوتهن حرام. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۱۹۵، كتاب الصلاة، باب الأذان، قديمى) كذافى درر الحكام شرح غرر الحكام، باب الأذان: ۵۷/۱_انيس

اس تعلیل کا مقتضی یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے، کیونکہ اس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ ہی یہ خلاف ستر ہے۔ (خير الفتاوىٰ ما يتعلق بالأذان والإقامه: ۲۲۷/۲، مكتبة إمدادية، ملتان)

(۱) "(ويجوز) بلا كراهة (أذان صبى مراهق)". (الدر المختار)

"والمراد به العاقل وإن لم يراهق". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۱/۱، سعيد)

"أذان الصبى العاقل الصحيح". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثانى، الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذن: ۵٤/۱، رشيدية)

(۲) "(ويكره أذان جنب و إقامته". (الدر المختار)

"وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: صرح فى الخانية بأنه تجب الطهارة فيه عن أغلظ الحدثين، وظاهر أن الكراهة تحريمية". (رد المحتار: ۳۹۲/۱، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فى المؤذن الخ سعيد)

قال أبوهريرة: لاينادى بالصلاة إلامتوضىء. (سنن الترمذى، باب ماجاء فى كراهية الأذان بغير وضوء (ح: ۲۰۱) انيس)

اس تعلیل کا مقتضی یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے؛ کیونکہ اس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ ہی یہ خلاف ستر ہے۔

وہ مقام جہاں اذان نہیں دی جائے گی:

۱۔ عورتیں تنہا نماز پڑھیں یا جماعت کریں؛ ان کو اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے، بغیر اذان و اقامت نماز پڑھیں۔ اگر اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی لیکن بُرا کیا۔ (عالمگیری: ۱/۵۳، شامی: ۱/۲۵۷ وغیرہ)

۲۔ مسجد میں قضا نماز پڑھنے والے اذان نہ دیں گے۔ (شامی: ۱/۲۵۷)

۳۔ جو نماز فاسد ہو جائے اور وقت کے اندر دہرالی جائے؛ اس کے لئے اذان و اقامت نہیں دہرائی جائے گی، لیکن دہرانے میں زیادہ دیر ہو جائے تو اقامت دہرائی جائے گی۔

۴۔ جمعہ کے دن جہاں جمعہ شریعت کی رو سے جائز ہے؛ وہاں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے اذان و اقامت سنت نہیں ہے۔ اس لئے اذان و اقامت نہ کہے چاہے، ظہر جمعہ سے پہلے پڑھے یا بعد میں۔ (درمختار مع شامی: ۱/۲۶۲)

۵۔ سنن، وتر، نوافل، تراویح، عیدین، نذر، جنازہ، استسقاء، چاشت، خوف، کسوف، خسوف کی نماز کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے۔ (عالمگیری: ۱/۵۳) (طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل: ۲۰۰۔ انیس)

ان لوگوں پر اذان کا جواب نہیں ہے:

۱۔ حیض ونفاس والی عورتوں پر۔

۲۔ نماز پڑھنے والے پر چاہے فرض پڑھیں یا نفل، اگر کوئی نماز کے اندر اذان کا جواب دے دے تو نماز فاسد ہو جائے گی چاہے جواب کے ارادے سے دے یا جواب دیتے وقت کوئی ارادہ نہ ہو۔ اور اگر اللہ و رسول کی ثنا و تعریف کے ارادہ سے دے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۳۔ بیوی سے جماع کرنے والے پر۔

۴۔ پیشاب پاخانہ کرنے والے پر۔

۵۔ خطبہ سننے والے پر۔

۶۔ علم دین پڑھنے پڑھانے والے پر۔

۷۔ کوئی چیز کھانے والے پر۔ (طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل: ۲۰۱)

اذان کے متفرق مسائل

۱۔ وقت سے پہلے پوری اذان یا اس کا کچھ حصہ دیا جائے اس کو لوٹایا جائے گا۔ (درمختار بر شامی: ۱/۲۵۸)

۲۔ اذان کہتے کہتے بیچ میں اتنی دیر رک گیا کہ زیادہ فاصلہ ہو گیا تو شروع سے اذان دے اور معمولی فاصلہ ہو تو نہ دہرائے (عالمگیری: ۱/۵۵)

۳۔ بغیر عذر اذان میں کھانسنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری: ۱/۵۵)

۴۔ جس مؤذن کو پاکی وغیرہ کی تمیز نہ ہو اور اس کے الفاظ بھی بالکل غلط ہوں ایسے شخص کو مؤذن مقرر کرنا درست نہیں ہے۔ اس کی اذان لوٹانا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۸۳، از غنیۃ المستملی، ص: ۳۵۹)

۵۔ جہاں اذان دے وہیں نماز پڑھے، دوسری جگہ جا کر پڑھنا اچھا نہیں۔ (عالمگیری وغیرہ)

==

(۲) جب ولادت کے بعد غسل سے فراغت ہو جائے، اسی وقت کانوں میں اذان وتکبیر کہی جائے، اگر کسی عذر سے یا بدون عذر تاخیر ہو جائے، تو جب بھی یاد آجائے، کان میں اذان دے دی جائے۔ الحاصل کسی وقت کے فوت ہو جانے سے اذان ساقط نہیں ہوتی۔(۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۶/۱۲/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۲۲۷)

☆☆☆

==۶۔ فرض نماز کے علاوہ ان چیزوں کے لئے اذان دینا مستحب ہے۔ نومود بچہ کو، غم زدہ کے لئے، مرگی والے کے لئے، غصہ کرنے والے کے لئے، بدخلق انسان یا جانور کے لئے، آگ لگنے کے وقت، بھوت جن والے کے لئے، بیابان میں راستہ بھولنے والے کے لئے۔ غم میں مبتلا کے لئے کان میں اذان دینے سے غم دور ہوتا ہے۔ (شامی: ۱/۲۵۸) (طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل: ۲۰۲، ۲۰۳۔ انیس)

(۱) عن حسين بن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ولدله مولود فأذن في أذنه اليمنىٰ وأقام في أذنه اليسرىٰ لم يضره أم الصبيان. (عمل اليوم والليلة لابن السني (ح: ٦٢٣)

وعن ابن عباس قال: سبعة من السنة فالصبي يوم السابع يسمىٰ ويختن ويماط عنه الأذىٰ ويثقف أذنه ويعق عنه ويحلق رأسه ويلطخ من عقيقته ويتصدق بوزن شعره ذهب أو فضة أخرجه الدارقطني في الأوسط وفي سنده لين، وفيه أيضاً: عن ابن عمر رفعه إذا كان يوم السابع للمولود فاهريقوا عنه دماً وأميطوا عنه الأذىٰ وسموه وإسناده حسن. (عمدة القاري، باب تسمية المولود غداة يولد لمن يعق: ٢١/٨٤. انيس)